© rasailojaraid.com

پروفیسر رشید احمد ارشد

ابو جعفر منصور کا انتظام سلطنت

ابو جعفر منصور عباسی خاندان کا دوسرا خلیفہ تھا۔ اس سے پہلے خلیفہ سفاح نے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ یہ خلیفہ منصور تھا جس نے عباسی سلطنت کو مستحکم بنایا۔ اس نے بغاوتوں اور سازشوں کا قلع قمع کیا اور ایک متوازی اور مستحکم نظامِ حکومت قائم کر دیا۔

جہاں تک صوبوں کی حکومت اور گورنروں کے تقرر کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں خلیفہ منصور کی پالیسی جداگانہ تھی۔ دورِ اموی میں صوبوں کے حکام خود مختار تھے۔ ہر گورنر اپنے صوبہ کا بااختیار حاکم تھا اور وہ نہایت ہی اہم اور پیچیدہ مسائل میں خلیفہ سے تعلق قائم کرتا تھا ورنہ وہ اپنے صوبے کے سب کام اپنی مرضی سے انجام دیتا تھا۔ چنانچہ زیاد بن ابیہ اور حجاج بن یوسف عراق اور مشرقی ممالک کے خود مختار حاکم تھے۔

مرکزی استحکام

خلیفہ منصور نے اس لامرکزی نظام کو مرکزی نظام بنایا۔ اس نے صوبوں کے گورنروں کے اختیارات محدود کر دیئے اور ان کا تقرر بھی محدود زمانے تک کے لیے کرنے لگا تاکہ وہ عرصہ دراز تک ایک ہی علاقہ میں حکومت کرنے کے بعد خود مختار نہ بن بیٹھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خلیفہ منصور ان کے کاموں پر بھی کڑی نگرانی رکھتا تھا اور ان کی بدعنوانیوں پر انھیں معزول کر دیتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ ان سے جواب طلبی بھی کرتا تھا۔ معزول شدہ حاکم سے اس کے دورِ حکومت کی مفصل رپورٹ طلب کی جاتی تھی۔ اور اگر اس کے بیانات مشتبہ ہوتے تو اس کی تمام جائیداد ضبط کر لی جاتی تھی۔

امارتِ استکفاء

جو صوبے سلطنت سے دور ہوتے تھے، اس کے گورنروں کو وسیع اختیارات دیئے جاتے تھے اسے امارتِ استکفاء کہا جاتا تھا۔ ایسے خود مختار والی یا تو خلیفہ کے اپنے خاندان میں سے مقرر کیے جاتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے یا ان لوگوں کو مقرر کیا جاتا تھا جن پر خلیفہ مکمل اعتماد کر سکے۔ اس قسم کے دور دراز علاقے صوبۂ سندھ یا افریقہ کے علاقے تھے۔ ایسے خود مختار والیوں کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ جب مناسب سمجھیں جہاد کے لیے فوجیں بھیجیں اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے جو کارروائی مناسب سمجھیں عمل میں لائیں۔ انھیں قاضیوں کے تقرر اور خراج وصول کرنے کا بھی اختیار حاصل تھا۔ وہ حج کے لیے وفود بھیجنے کا انتظام کرتے تھے۔ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور حفاظت کا مناسب اہتمام کرتے تھے اور نماز باجماعت کی امامت بھی کرتے تھے۔ اس قسم کی حکومت کو "ولایتِ عام" کہتے تھے۔

نظامِ عدالت

اکثر صوبوں کے حاکموں کو محدود اختیارات حاصل تھے اور اس قسم کے نظام حکومت کو "امارت خاصہ" کہتے تھے۔ ان تمام صوبوں میں قاضیوں کا تقرر خود خلیفہ کرتا تھا تاکہ نظامِ عدالت ماتحت حکام کے اثرات سے آزاد ہو اور قاضی بیرونی اثرات سے آزاد ہو کر عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر سکے۔ اس طرح عدلیہ کی آزادی اور خود مختاری برقرار رہتی تھی۔

خراج کی وصولی

اسی طرح خراج اور ٹیکس وصول کرنے والے افسروں اور محصلوں کا تقرر بھی خلیفہ نہایت احتیاط کے ساتھ کرتا تھا اور ان عہدوں پر نہایت دیانت دار ملازمین مقرر کیے جاتے تھے۔

نظامِ برید

خلیفہ منصور نے ڈاک کے انتظام کے لیے بھی جسے نظام البرید کہتے ہیں، پوری توجہ دی۔ خبر رسانی کے اس اہم محکمہ میں نہایت ہی معتبر اور مخلص افراد کا تقرر کیا جاتا تھا۔ کیونکہ ایک وسیع اسلامی سلطنت کے انتظامی امور کو معلوم کرنے کا یہی واحد ذریعہ تھا اور اس کے ذریعے نہ صرف خلیفہ کے احکام ماتحت حکام تک پہنچائے جاتے تھے بلکہ ان حکام کی نگرانی بھی اسی وسیع نظام کے ذریعے کی جاتی تھی۔

حکام کے فرائض

صوبے کے حکام کے فرائض میں اپنے علاقے میں امن و امان قائم رکھنا اور مذہبی امور کی نگرانی کرنا شامل تھا۔ وہ کسی شہر یا گاؤں کے مخصوص کاموں میں مداخلت نہیں کرتے تھے اس کا انتظام اس شہر یا گاؤں کے باشندے خود کرتے تھے۔ وہ اس وقت مداخلت کرتے تھے جب فتنہ و فساد برپا ہو جاتے یا کسی علاقے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے باشندے ٹیکس یا لگان نہ ادا کریں۔ البتہ صوبائی حکومت اپنے صوبہ کے رفاہِ عام کے کاموں کو انجام دینے میں کوتاہی نہیں کرتی تھی اور زراعت کی ترقی کے لیے نہریں کھودنے، بند تعمیر کرنے اور پُل بنانے اور سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے کام حکومت ہی انجام دیتی تھی۔

صوبوں کی تقسیم

خلیفہ منصور کے ابتدائی عہد میں اس کی سلطنت کے یہ بارہ صوبے تھے: (۱) کوفہ اور اس کا دیہاتی علاقہ، (۲) بصرہ اور دریائے دجلہ کا علاقہ، بحرین اور عمان، (۳) حجاز اور یمامہ۔ (۴) یمن۔ (۵) اہواز مع خوزستان و سجستان۔ (۶) فارس۔ (۷) خراسان، (۸) موصل۔ (۹) الجزیرہ (آرمینیا مع آذربائیجان۔ (۱۰) شام۔ (۱۱) مصر مع افریقہ اور (۱۲) سندھ۔

مذکورہ بالا صوبوں میں جو دوسرے علاقے شامل رکھے گئے تھے۔ بعد میں انھیں الگ کر دیا گیا۔ مثلاً افریقہ کو مصر سے الگ کر کے جداگانہ صوبہ بنایا گیا۔ اسی طرح یمامہ کو حجاز سے الگ کر دیا گیا اور مکہ معظمہ کے علاقہ کو مدینہ منورہ کے علاقہ سے الگ کر کے اس کی مذہبی اہمیت کی وجہ سے مستقل صوبہ بنایا گیا۔ سیستان (سجستان) کو اہواز سے الگ کیا گیا۔

اس کے علاوہ اور بہت سی مناسب تبدیلیاں کی گئیں اور بعض دفعہ اہم حالات کی بنا پر کئی صوبوں کو ایک ہی حاکم کے ماتحت کر دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ انتظام مختصر مدت کے لیے ہوتا تھا اور پھر ان صوبوں کو الگ کر دیا جاتا تھا۔

حکومت کے محکمے

ابوجعفر منصور کے عہد خلافت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے انتظام سلطنت کے لیے ایسے جداگانہ دفاتر اور محکمے قائم کر دیئے تھے جو موجودہ زمانے کی حکومتوں کے نظام کے مشابہ تھے۔ چنانچہ ہر محکمہ کے الگ الگ دفاتر تھے۔ ان میں سے اہم دیوان الخراج تھا۔ یہ مالیات کا شعبہ تھا جس میں خراج، جزیہ اور دیگر مالی معاملات کا حساب رکھا جاتا تھا۔

دوسرا اہم شعبہ دیوان الجند تھا جہاں فوجوں کے حسابات اور ان کے اخراجات کی تفصیلات مندرج ہوتی تھیں اور جہاد کے موقع پر لشکر کشی کے حسابات بھی یہیں منضبط ہوتے تھے۔

ایک اہم محکمہ دیوان الرسائل بھی تھا جہاں سے خلیفہ اور مرکزی حکومت کے احکام و اعلانات جاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے تھے۔ اسی محکمہ میں سیاسی مراسلات تحریر کیے جاتے تھے اور پھر ان پر خلافت کی مُہر ثبت ہوتی تھی۔ مختلف صوبوں سے خلیفہ کے نام ڈاک بھی یہیں آتی تھی اور بیرونی ممالک سے خط و کتابت اسی محکمہ کے ذریعے ہوتی تھی۔

محکمۂ انصاف بھی ایک اہم محکمہ تھا جس کے ذمے نظامِ عدل کا قیام اور قاضیوں کے معاملات کی نگرانی تھی۔ عدل و انصاف سے متعلق تمام امور یہیں انجام پذیر ہوتے تھے۔

اسی طرح پولیس اور خبر رسانی کا محکمہ (دیوان البرید) بھی قائم تھا۔

دفتری نظام

عباسی دَور کے آغاز اور سفاح کے عہدِ خلافت میں جس شخص نے مختلف محکموں اور ان کے دفاتر کو منظم کیا وہ خالد بن برمک تھا اور تمام سرکاری محکمے اور دفاتر اس کے سپرد تھے۔ ابوجعفر منصور کے ابتدائی عہد میں بھی تمام محکمے اسی کے پاس رکھے گئے۔ مگر جب وہ معزول ہوا تو منصور نے ہر محکمہ کو ایک ماہر خصوصی کے ماتحت کر دیا اور پھر ان تمام محکموں کے افسر ایک وزیر کے ماتحت کر دیئے گئے۔ اس طرح منصور کے عہدِ خلافت میں وزیر کی حیثیت موجودہ زمانے کے وزیر اعظم کے برابر تھی اور تمام محکموں کے سربراہوں کی حیثیت متعلقہ وزیروں کے مماثل تھی۔ تقسیم کار کے اصول کے مطابق بعض دفعہ کوئی محکمہ مختلف شاخوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں ان شاخوں کے افسر موجودہ زمانے کے ڈائرکٹر کی حیثیت رکھتے تھے۔

یہ محکمے اور دفاتر کلرکوں اور بڑے افسروں کی مدد سے چلائے جاتے تھے انھیں ہفتہ میں دو دن کی تعطیل ملتی تھی۔ یہ تعطیلات جمعرات اور جمعہ کو ہوتی تھیں۔ عیدوں کے موقع پر بھی انھیں چھٹیاں دی جاتی تھیں[1]۔

ان سرکاری دفتروں کا ایک اوسط ملازم تقریباً تین سَو درہم ماہانہ تنخواہ پاتا تھا[2]۔

خبر رسانی کا نظام

چونکہ منصور کے عہد میں انتظام سلطنت مرکزی شکل میں تھا یعنی سب اختیارات منصور اور اس کی

لہ الجہشیاری : [illegible] ۲ـ تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان - ۲/۱۴۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت کو حاصل تھے اس لیے ڈاک (برید) کے انتظام کی طرف منصور نے بہت زیادہ توجہ دی۔ چنانچہ اس نے بغداد میں سب سے بڑا مرکزی دفتر قائم کیا جو دیوان البرید کہلاتا تھا۔ اس نے ڈاک کا ایک ایسا جال بچھا دیا تھا کہ اس کی تمام شاخیں مختلف ممالک کی طرف بلا استثنا پھوٹتی تھیں۔ اس نے جلد خبر رسانی کے ذرائع مہیا کرنے کے لیے کثیر رقوم مخصوص کر دی تھیں۔ اس مقصد کے لیے تیز رفتار اونٹنیاں اور خچر اور تیز رفتار گھوڑے، نیز خاص قسم کے کبوتر بھی رکھے گئے تھے۔ خبر رسانی کے یہ ذرائع جلد از جلد خبریں پہنچاتے بھی تھے اور برق رفتاری کے ساتھ اس وسیع سلطنت کے مختلف اہم مقامات سے خبریں حاصل بھی کرتے تھے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ڈاک چوکیاں بھی قائم کی گئی تھیں اور سڑکیں بھی درست کی جاتی تھیں۔ آمد و رفت کے راستے کو مختصر کرنے کے لیے پُل بنائے جاتے تھے اور ڈاک کے راستوں میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے متعلقہ حکام کا تعاون بھی حاصل کیا جاتا تھا۔

خبر رسانی اور ڈاک کا صحیح انتظام کرنے کے لیے خلیفہ منصور بہت ہی مخلص اور قابلِ اعتماد افسروں کا انتخاب کرتا تھا اور ان کے ماتحت ڈاک چوکیوں کے دیگر عملہ کے انتخاب میں بھی نہایت غور و خوض سے کام لیا جاتا تھا کیونکہ خلیفہ کے احکام کو ماتحت حکام تک پہنچانا اور پھر ان کے جوابی خطوط خلیفہ تک پہنچانا بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔ یہ پیغامات بالعموم اہم اور سیاسی نوعیت کے ہوا کرتے تھے اور انھیں جلد از جلد پہنچانا ڈاک کے ان معتبر ہرکاروں کا فرض تھا۔

حکام کی نگرانی

خلیفہ منصور کے زمانے میں محکمۂ ڈاک میں اس قدر توسیع و ترقی ہوئی کہ خبر رسانی اور ڈاک کے ہرکاروں سے ماتحت افسروں کے کاموں کی نگرانی اور جاسوسی کا کام بھی لیا جانے لگا اور یہ افراد قاضیوں، خراج کے محصلوں اور سلطنت کے دشمنوں پر بھی کڑی نظر رکھنے لگے۔ یہ خلیفۂ وقت کو اس کی سلطنت کے بارے میں ہر قسم کی معلومات پہنچاتے تھے۔ یہاں تک کہ مختلف صوبوں میں غلّہ کی گرانی یا قحط سالی کی خبریں اور کھانے پینے کی چیزوں کے نرخ بھی تحریر کر کے بھیجتے تھے۔

ڈاک کے افسروں کا یہ فرض تھا کہ وہ خلیفہ منصور کو اپنے اپنے علاقوں کے حالات روزانہ دو مرتبہ لکھ کر بھیجا کریں۔ لہٰذا ڈاک کے اس وسیع انتظام کی بدولت خلیفہ منصور اپنی سلطنت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دور دراز علاقوں کے ہر انتظامی شعبہ سے باخبر رہنے لگا۔ اور اس قسم کی معلومات کی بدولت اس کے لیے یہ ممکن ہوگیا تھا کہ وہ نا اہل حاکم کو معطل یا معزول کر دے۔ اور اگر کوئی قاضی دائرہ عدل و انصاف سے باہر نکل جائے تو اسے تنبیہ کر سکے یا اسے نکال دے۔ اسی طرح وہ صحیح معلومات حاصل ہونے پر کسی صوبہ میں گرانی کا تدارک بھی کر سکتا تھا اور غلّہ کے مناسب نرخ بھی مقرر کرتا تھا۔ اس طرح وہ عوام کی معاشی مشکلات کو رفع کیا کرتا تھا بلکہ دشمن عناصر کی سرگرمیوں کا قلع قمع کر دیتا تھا۔

پولس کا محکمہ

خلیفہ منصور کے عہد میں پولس کے محکمہ کی کئی قسمیں تھیں۔ ایک محکمہ صرف دارالخلافہ بغداد کے لیے وقف تھا۔ اس کا فرض یہ تھا کہ وہ اہل بغداد کے آرام و سکون کا خیال رکھے اور دنیا کے اس عظیم شہر میں امن و امان قائم رکھے۔ دارالخلافہ کا پولس کمشنر مسیب بن زہیر تھا جو خلیفہ منصور کا سب سے بڑا معتمد تھا اور وہ طویل عرصہ تک اس منصب جلیل پر فائز رہا۔ اس کے زمانہ میں ایک اہم واقعہ یہ ہوا کہ بغداد کے محتسب (کوتوال) یحییٰ بن عبداللہ نے جو علویین (اولاد علی) کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا، عوام اور بازاری لوگوں کو جمع کر کے خلیفہ منصور کے خلاف ہنگامہ برپا کرا دیا۔ منصور نے اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لیے اپنے پولس کمشنر مسیب بن زہیر کو بھیجا اس نے اس بغاوت کو رفع کیا اور ابو زکریا یحییٰ بن عبداللہ اور ان کی جماعت کو قتل کرا دیا اور امن و امان قائم ہوگیا۔ اس ہنگامہ کے بعد منصور نے یہ حکم دیا کہ بازار اور منڈیاں مدینۃ السلام (بغداد) کی فصیل کے باہر قائم کی جائیں۔[1]

دارالخلافہ کا یہ پولیس افسر موجودہ دور کے انسپکٹر جنرل پولیس کے مشابہ ہوتا تھا اور اس منصب پر وہی فائز ہوتے تھے جو خلیفہ کے مقرب بارگاہ ہوتے تھے۔ انھیں تنخواہ بھی زیادہ دی جاتی تھی جو بعض اوقات پانچ لاکھ درہم سالانہ سے زیادہ ہوتی تھی۔

پولس کمشنر کا یہ عہدہ خلیفہ کے محافظ دستوں کے افسر سے بالکل الگ ہوتا تھا کیونکہ خلیفہ کا یہ محافظ دستہ اور اس کا سردار بالکل ذاتی دستہ ہوتا تھا جو خلیفہ کے ساتھ سفر و حضر میں موجود رہتا تھا اور اس کی حفاظت کرتا تھا۔ یہ بھی نہایت معتبر اور مخلص افراد پر مشتمل ہوتا تھا۔

© rasailojaraid.com

[1] ابن الاثیر ۵/۲۱

© rasailojaraid.com

دارالخلافہ کے علاوہ سلطنت کے ہر صوبہ اور ہر ضلع میں پولیس کا محکمہ ہوتا تھا جس کے افسرِ اعلیٰ کا تقرر صوبہ کا حاکم کرتا تھا۔ پولیس افسر اس علاقہ کے معزز اور بااثر خاندانوں میں سے ایسا شخص مقرر کیا جاتا تھا جس کا عوام اور اپنے قبیلہ میں بہت اثر و رسوخ ہوتا کہ وہ علاقہ میں امن و امان قائم رکھ سکے۔ یہ پولیس افسر اپنے معاونین اور سپاہیوں کو اپنے ہی قبیلہ یا رشتہ داروں میں سے مقرر کرتا تھا تاکہ وہ خلوص کے ساتھ امن و امان قائم کرنے اور چوروں اور رہزنوں کا قلع قمع کرنے میں اس کی مدد کر سکیں۔ ان کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں، حکومت کے سیاسی مجرموں اور تجارتی قافلوں پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو گرفتار کریں اور ان کی سرکوبی کریں۔

عام طور پر اس قسم کا پولیس افسر عرب قبائل میں سے مقرر کیا جاتا تھا تاکہ وہ عرب قبائل اور عوام کا تعاون حاصل کر سکے۔ شاذ و نادر ہی دوسری قوم کا پولیس افسر مقرر کیا جاتا تھا۔ پولیس کے اسی محکمہ میں سے پولیس کا ایک دستہ عدالتی کاموں کے لیے مخصوص ہوتا تھا جسے الشرطۃ القضائیہ کہتے تھے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "عباسی دور میں اس قسم کی عدالتی پولیس قائم کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ملزموں کو جن جرائم کے ماتحت گرفتار کیا جاتا ان کے بارے میں وہ ابتدائی تحقیقات کریں۔ اس لیے کہ اس قسم کی تحقیقات کے بعد ہی ان پر شرعی حدود جاری کیے جا سکتے ہیں کیونکہ شریعت ایسے معاملات پر اسی وقت غور کر سکتی ہے جبکہ اس کے شرائط پورے ہوں۔ سیاسی نقطۂ نگاہ سے بھی اس قسم کی ابتدائی تحقیقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا جن تحقیقات کا تعلق قاضی سے نہ ہو، ان کے بارے میں ایک پولیس افسر ہی تحقیقات کرتا ہے۔ وہ شرعی حدود اور قتل کے مقدموں میں اس قسم کی ابتدائی تحقیقات کرتا ہے جو قاضی کی نگرانی سے آزاد ہوتی ہیں۔ مگر پولیس کی اس عدالتی تحقیقات کا دائرہ صرف عوام تک محدود رہتا تھا اور اونچے طبقوں کے مخصوص افراد کے بارے میں تحقیقات کرنے کا کام صرف خلیفہ یا اس کا وزیر ہی کرتا تھا"[1]

فوجی نظام

عہدِ اموی میں فوج میں صرف اہلِ عرب شامل کیے جاتے تھے۔ مگر خلیفہ منصور کے عہد میں عرب و عجم

© rasailojaraid.com

[1] مقدمہ ابنِ خلدون ص ۲۱۸

© rasailojaraid.com

اور دیگر اقوام کے افراد بھی فوج میں بھرتی کیے جانے لگے۔ اس طرح عباسی دور میں اسلامی فوج کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔

فوج کے دو حصے تھے۔ ایک رضاکاروں کی فوج تھی جو سب کے سب عرب قبائل پر مشتمل تھی۔ یہ مستقل فوج نہیں تھی اور نہ ان کی تنخواہ مقرر تھی بلکہ جنگ کے موقع پر ان سے وقتی طور پر کام لیا جاتا تھا۔

فوج کا دوسرا حصہ باقاعدہ فوج کا تھا اور وہی سلطنت کی قابلِ اعتماد فوج تھی جو ہر وقت مسلح رہتی تھی اور انھیں خاص خاص مقامات پر متعین کیا جاتا تھا۔ یا تو وہ سرحدوں پر ہوتی تھیں یا ان کے لیے مخصوص فوجی مراکز اور چھاؤنیاں ہوتی تھیں تاکہ ہنگامی حالات میں وہ جنگ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔ اس باقاعدہ فوج کے اخراجات کا حساب رکھنے کے لیے مخصوص رجسٹر اور دفاتر ہوتے تھے اس کا ایک الگ محکمہ تھا جو دیوان الجند کہلاتا تھا۔ یہ شعبہ تمام جنگی انتظامات کی نگرانی کرتا تھا۔ فوج کے اخراجات اور ان کی تنخواہیں ادا کرنا بھی اسی محکمے کے ذمے تھا۔ اس کا نگران اعلیٰ ہمارے دور کے وزیر دفاع کے مشابہ ہوتا تھا۔

سپاہ کی بھرتی اور تنخواہ

خلیفہ منصور کے عہد میں باقاعدہ فوج میں غلاموں، آزاد شدہ غلاموں اور غیر مسلموں کو بھی بھرتی ہونے کی اجازت مل گئی تھی ورنہ اس سے پہلے مسلمان فوج میں غیر مسلموں اور غلاموں کو شامل نہیں کیا جاتا تھا۔ منصور کے عہد میں خراسان کے مجوسیوں کو بھی فوج میں بھرتی کیا گیا۔ اس طرح فوج کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور اس کے ساتھ فوجی اخراجات بھی بہت بڑھ گئے۔ چنانچہ محکمۂ دفاع (فوجی محکمہ) سلطنت کا سب سے بڑا محکمہ سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ فوج پر سب سے زیادہ رقم خرچ ہوتی تھی۔

عباسی خلافت قائم ہونے کے بعد پہلے خلیفہ سفاح کے عہد میں ہر سپاہی کی ماہانہ تنخواہ مقرر ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک فوجی پیادہ کی ماہانہ تنخواہ اسی درہم تھی۔ اور سوار کی تنخواہ اس سے دوگنی تھی کیونکہ اسے اپنے گھوڑے کی خوراک اور نگہداشت پر کافی رقم خرچ کرنی پڑتی تھی۔ خلیفہ منصور نے بھی یہی تنخواہ برقرار رکھی۔

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

فوجی مراتب

فوجی نگرانی اور بہتر انتظام کے لیے منصور نے فوجی افسر مقرر کیے تھے۔ چنانچہ ہر دس سپاہیوں کا نگران عریف کہلاتا تھا اور ہر دس عریفوں پر ایک افسر مقرر کیا جاتا تھا جو نقیب کہلاتا تھا اور ہر دس نقیبوں اور ان کے متعلقہ سپاہیوں کا افسر امیر کہلاتا تھا۔ ہر فوجی منصب دار کی تنخواہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتی تھی جو ان کے کام اور ذمہ داری کے لحاظ سے مقرر کی جاتی تھی۔

تمام فوجوں، ان کے افسروں اور ان کے دستوں وغیرہ کے لیے جداگانہ علامتیں مقرر ہوتی تھیں تاکہ پہچاننے میں آسانی ہو۔

باقاعدہ فوجیں ایک خاص ترتیب اور نظام کے ساتھ خیموں اور کیمپوں میں رہتی تھیں۔

جنگی ترتیب

خلفائے عباسیہ کا جھنڈا سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔ انھوں نے اپنی انقلابی تحریک شروع کرنے کے وقت سے جھنڈے کا سیاہ رنگ اختیار کر لیا تھا۔ جنگ کے موقع پر ان کی فوجوں کی صف بندی اور ترتیب ایرانی فوجوں کی طرح ہوتی تھی یعنی فوج کو مندرجہ ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

جو فوج دائیں طرف ہوتی تھی وہ میمنہ کہلاتی تھی اور جو بائیں طرف ہوتی تھی وہ میسرہ کہلاتی تھی۔ درمیان میں سپہ سالار کی فوج قلب کے نام سے موسوم ہوتی تھی۔ سب سے آگے بالعموم سواروں کا دستہ ہوتا تھا جسے طلیعہ کہا جاتا تھا اور پیچھے پیادہ فوج ہوتی تھی جو ساقہ کے نام سے موسوم تھی۔

بحری بیڑہ

اُموی دَور کی طرح خلیفہ منصور کے عہد میں بھی ایک زبردست جنگی بحری بیڑہ شام و مصر کے ساحل پر لنگر انداز رہتا تھا۔ خلیج بصرہ میں بھی فوجوں کی بحری نقل و حمل اور فتنہ و فساد کو دُور کرنے کے لیے کشتیوں کا ایک بیڑہ موجود تھا۔

سرحدی مقامات پر منصور نے قلعے بنوا دیے تھے اور ان سرحدی مقامات پر مستعد فوجیں موجود رہتی تھیں۔

© rasailojaraid.com